ہندوستان میں علمِ حدیث

اُنّیسویں اور بیسویں صدی میں

حضرت مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدی، چاہ غوری۔ امروہہ

ہندوستان میں علمِ حدیث کے درس و تدریس کا سلسلہ سلطنتِ مغلیہ کے قیام سے بہت پہلے جاری ہو چکا تھا۔ گجرات اور سندھ میں، دہلی اور اس کے اطراف سے زیادہ اس فن کی طرف توجہ تھی۔ حضرت شیخ عبد الحق محدّث دہلویؒ غالباً ہندوستان کے عہد اکبری و جہانگیری کے وہ پہلے محدث ہیں۔ جنھوں نے حجاز مقدس میں حدیث پڑھی اور ہندوستان واپس آکر تمام عمر حدیث و فقہ کے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گذاری۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے بعد اُن کے صاحبزادے شیخ نور الحقؒ نے اپنے والد ماجد کی روایات کو زندہ رکھا اور ان کے ایماء پر چھ جلدوں میں بخاری کی شرح لکھی اور شمائل ترمذی کی شرح بھی کی۔ ان کے بعد شیخ دہلوی کی نسل سے مولانا سلام اللہ محدث رامپوری نے علم حدیث کی خدمت کی اور مُحلّی شرح مؤطا لکھ کر معلّمینِ حدیث کے واسطے بڑی آسانی بہم پہنچائی۔

شیخ عبد الحق کے بعد حدیث کے درس و تدریس کا سلسلہ زیادہ سرگرمی کے ساتھ نہیں چلا اس کے اسباب جو کچھ بھی ہوں، ہم اس سے قطع نظر کر کے آخر عہدِ مغلیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کی اولاد و احفاد اور تلامذہ نے علم حدیث کی ترویج

و ترقی میں جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں ان کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اورنگ زیب سے لے کر شاہ عالم تک ۱۰۔۱۱ بادشاہوں کا زمانہ پایا۔ ان میں اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ تقریباً چار سال کے ہوں گے کہ اورنگ زیب نے وفات پائی بہادر شاہ اول اور جہاندار شاہ کے عہد میں آپ کی ابتدائی تعلیم کا زمانہ تھا۔ عہد فرخ سیر کے ختم پر ہندوستان کے اندر ان کی تعلیم مکمل ہو چکی تھی۔ فرخ سیر کے بعد تین بادشاہ اور ہوئے جو ایک ہی سال کے اندر اندر بادشاہت سے بے دخل ہو گئے۔ پھر محمد شاہ کا زمانہ آیا۔ عہد محمد شاہ کے وسط میں آپ حجاز گئے اور وہاں سے تقریباً دو سال کے بعد مکہ و مدینہ کے علماء سے علم حدیث حاصل کر کے ہندوستان واپس ہوئے اور پرانی دہلی کے اس مدرسہ میں جس میں شاہ عبدالرحیم دہلویؒ درس دیا کرتے تھے آپ نے بھی درس دینا شروع کیا۔ اندازہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کے پاس تعلیم حدیث حاصل کرنے کے لیے کثرت سے طلباء ملک کے گوشے گوشے سے آتے ہوں گے اور مدرسہ کا پرانا مکان طلباء کے ہجوم کے باعث یقیناً تنگ ثابت ہوا ہوگا۔ محمد شاہ بادشاہ کی قسمت میں یہ سعادت لکھی تھی۔ کہ اس نے حضرت شاہ ولی اللہ کو بلا کر اندرون شہر دہلی ایک عالی شان مکان بنا دیا یہ مکان سکونت کے علاوہ ایک مستقل دارالعلوم بھی بن گیا۔ اس مدرسہ کو "مدرسہ رحیمیہ" کہہ لیجئے یا "دارالعلوم ولی اللّٰہی"۔ بہرحال عہد محمد شاہ میں یہی وہ ادارۂ تعلیم حدیث ہے جس میں شاہ ولی اللہ نے اور شاہ صاحب کے بعد ان کے بعض تلامذہ نے اور بعد میں ان کے صاحبزادوں نے درس حدیث دیا۔

شاہ صاحب کے صدہا شاگردوں میں شاہ محمد عاشق پھلتی، شاہ نور اللہ بوڑھانوی خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی کشمیری، حاجی محمد سعید بریلوی، حاجی رفیع الدین فاروقی مرادآبادی، نمایاں شخصیات ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے بعض شاگردوں

نے دہلی میں رہ کر حضرت شاہ صاحب کے زمانہ میں اور ان کے بعد بھی حدیث کی تعلیم دی اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تکمیل میں بھی خاص طور پر حصہ لیا حاجی محمد سعید بریلوی کو حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے اپنے صاحبزادے کی تعلیم کے لیے بریلی بلا لیا تھا۔ یہ مولانا نجم الغنی رامپوری (مؤلف اخبار الصنادید و تاریخ اودھ وغیرہ) کے دادا تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی وفات کے وقت، جو شاہ عالم ثانی کے ابتدائی عہد سلطنت میں ہوئی، آپ کے پانچ صاحبزادے موجود تھے۔ ان میں سب سے بڑے شیخ محمد تھے۔ جو شاہ صاحب کی پہلی بیوی کے بطن سے تھے۔ اور بوڈھانہ ضلع مظفر نگر میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ شاہ صاحب کی دوسری بیوی سے چار فرزند تھے جن میں سب سے بڑے شاہ عبدالعزیز تھے۔ جو آپ کی وفات کے وقت ۱۶۔۱۷ سال کے تھے۔ ان سے چھوٹے شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، اور شاہ عبدالغنی تھے۔ شاہ ولی اللہ کے وصال کے بعد تعلیم حدیث کا نظام شاہ عبدالعزیز نے سنبھالا اور اپنے چھوٹے بھائیوں کو اپنی نگرانی میں حدیث، فقہ، تفسیر، نیز جملہ معقولات و منقولات سے واقف کرایا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں حدیث و فقہ پڑھنے والے طلبہ ہندستان کے گوشے گوشے سے کھنچ کر آئے۔ جب تک شاہ عبدالعزیز صاحب کی بینائی برقرار رہی، خود درس دیا اور وفات سے تقریباً ۲۵۔ ۳۰ سال پہلے آپ نے اپنی بینائی جاتی رہنے کی وجہ سے شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کو درس حدیث کا کام سپرد کر دیا تھا۔ آپ کی تدریس کے ابتدائی دور میں آپ کے فیض تعلیم سے بڑے بڑے جید علماء، فقہاء اور محدثین نمودار ہوئے۔ جن میں حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی بھی ہیں۔

مفتی الٰہی بخش کاندھلوی گوناگوں صفات کے حامل تھے۔ وہ ایک بے نظیر محدث

بھی تھے۔ باکمال فقیہ بھی۔ طبیبِ روحانی بھی تھے اور طبیبِ جسمانی بھی۔ وہ ایک مدرس بھی تھے اور مصنف بھی۔ شاعر و ادیب بھی تھے۔ اور انشاء نویسی کے ساتھ بہترین انشاء پرداز اور نثر نگار بھی۔

شاہ عبد العزیزؒ کے بھائی ان کے سامنے ہی وفات پا گئے تھے۔ اس لئے انکے بعد ان کے نواسے اور جانشین شاہ محمد اسحق دہلوی نے مسند درس کو آباد کیا اور ۱۹۔۲۰ سال تک اپنے نانا کی مسند پر بیٹھ کر درس حدیث دیا۔ اس کے بعد وہ اور ان کے بھائی شاہ محمد یعقوب مکہ کو ہجرت کر گئے۔ نواب صدیق حسن خاں قنوجی ثم بھوپالی نے شاہ محمد یعقوب کے حلقۂ درس میں حدیث پڑھی تھی۔ شاہ محمد اسحاق کی ہجرت کے بعد شاہ مخصوص اللہ ابن شاہ رفیع الدین نے مدرسہ رحیمیہ کی تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ اس کے اہتمام کا بار بھی اپنے بھائی شاہ محمد موسیٰ کے ساتھ اٹھایا۔ شاہ عبد الحی نبیرۂ شاہ نور اللہ اور شاہ محمد اسمٰعیل نبیرۂ شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی تقریر و تحریر کے ذریعہ علم حدیث کی اشاعت کی۔ شاہ مخصوص اللہ سرسید احمد خاں کے اساتذہ میں سے ہیں۔

شاہ ولی اللہؒ کے چھوٹے بھائی شاہ اہل اللہ نے۔ جو شاہ صاحب کے شاگرد بھی تھے ــــ مشغلہ طب کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رکھا تھا ان کی تصنیفات ہیں۔ من جملہ ان کے تخریج احادیث ہدایہ بھی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے شاگردوں میں ایک ممتاز شاگرد شاہ محمد عاشق پھلتی ہیں۔ جنھوں نے شاہ صاحبؒ سے سندِ حدیث پانے کے ساتھ ساتھ مسند خلافت بھی حاصل کی تھی۔ اُن کو بہت سی خصوصیات حاصل تھیں۔ اور وہ حجاز کے سفر میں بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اساتذۂ حرمین سے حضرت شاہ صاحب نے جو کچھ درسی فائدہ حاصل کیا۔ اس میں شاہ محمد عاشق بھی شریک تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی تقریباً

تمام تصانیف کو شاہ محمد عاشق ہی نے تسوید سے تبییض کی شکل میں تبدیل کیا ہے خصوصاً مصفیٰ شرح مؤطا کی تبییض میں شاہ محمد عاشق کی محنت کو بہت کچھ دخل ہے۔
اندازہ ہوتا ہے کہ علاوہ دہلی کے مرکزی مدرسے کے شاہ محمد عاشق کی خانقاہ پھلت ضلع مظفر نگر میں جہاں بہت سے تشنگانِ معرفت آتے اور بیعت ہوتے تھے تشنگان علم حدیث بھی جوق درجوق آتے اور فیض یاب ہوتے ہوں گے۔ شاہ محمد عاشق نے اپنے صاحبزادوں شاہ عبد الرحمٰن اور شاہ محمد فائق کو خود پڑھایا تھا۔ مکاتب شاہ ولی اللہؒ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ محمد عاشق کو تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ تعلیم و تبلیغ سے بھی بہت کچھ تعلق تھا۔
حضرت شاہ ولی اللہؒ کے شاگردوں میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی بھی ہیں جو "بیہقی وقت" کہلاتے تھے۔ اس لقب سے علم حدیث میں ان کی امتیازی شان کا اندازہ ہوتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے پانی پت کے اندر تدریس وتصنیف کا کام جاری رکھا۔ آپ کی علم حدیث میں ایک مبسوط کتاب ہے جو دو جلدوں میں ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر و فقہ میں بھی آپ کی کئی تصانیف ہیں۔
حضرت شاہ ولی اللہ کے شاگردوں میں علامہ مرتضیٰ ابن محمد بلگرامی ثم زبیدی بھی ہوتے ہیں۔ انھوں نے حضرت شاہ صاحب سے اجازتِ حدیث حاصل کرنے کے بعد مولانا خیر الدین سورتی، اور حجاز میں، مصر، شام، وغیرہ کے متعدد علماء سے اجازت حاصل کی تھی۔ اور بعد میں مصر وغیرہ میں درس بھی دیا تھا۔ علامہ جامع ازھر نے بھی آپ سے سندِ حدیث حاصل کی تھی۔ آپ نے ۱۴ سال تک مسلسل محنت کر کے تاج العروس شرح قاموس دس جلدوں میں لکھی اور احیاء العلوم کی شرح بیس جلدوں میں کی۔ آپ کی سو سے زیادہ تصنیفات وتالیفات ہیں جن میں سے چند فنِ احادیث میں بھی ہیں۔ مصر میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔

شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی کے شاگردوں میں قاری امام الدین نقشبی امروہی بھی ہیں جو حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفۂ مجاز تھے اور علم تجوید میں مولانا قاری کرم اللہ محدّث کے شاگرد تھے۔ قاری امام الدین امروہی علم تجوید و قرأت کے درس کے ساتھ ساتھ حدیث کا درس بھی دیتے تھے۔ ہندوستان کے مشہور محدث قاری عبد الرحمٰن پانی پتی نے علم قرأت امروہہ آکر قاری امام الدین نقشبی سے پڑھا تھا۔ اور بخاری کے چند پارے بھی یہاں پڑھے تھے۔

بعدہ دہلی جاکر شاہ محمد اسحٰق صاحب سے علوم حدیث کی تکمیل کی۔ شاہ عبد العزیز محدث اور ان کے دونوں بھائیوں کے شاگرد قاری کرم اللہ محدّث دہلوی فن قرأت و تجوید اور تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں عموماً اور علم حدیث میں خصوصاً مہارت تامہ رکھتے تھے۔ نواب محمد مصطفٰے خاں شیفتہ آپ کے شاگرد تھے انھوں نے اپنے سفرنامہ حجاز "ترغیب السالک الی احسن المسالک" میں آپ کا تذکرہ بہت وقیع الفاظ میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ان کے (مولانا کرم اللہ محدث) فضائل کیا بیان کروں۔ دفتروں میں نہیں سما سکتے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت والا جامع علوم ظاہر و باطن تھے فنِ حدیث میں ان کو جو مہارت حاصل تھی وہ کسی میں کم ہوتی ہے حقائق و معارف کے لحاظ سے ان کا جو مرتبہ تھا وہ کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے فن قرأت و تجوید میں وہ اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔"

مولانا کرم اللہ محدث دہلویؒ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے خلیفہ تھے۔ سورت میں آپ کا مزار ہے حضرت شاہ عبد العزیز محدث اور ان کے بھائیوں کے تلامذہ میں مرزا حسن علی لکھنوی کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ جو فنِ حدیث میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے اجازت یافتہ شاگردوں میں حضرت شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی کا نام بھی نمایاں ہے۔ انھوں نے طویل عمر پائی۔ ان کو اذکار واوراد اور مریدین کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ درس حدیث کا بھی بہت موقع ملا۔ ہندوستان کے بڑے بڑے محدثین اور صاحبان علم وفضل نے آپ سے سند حدیث اور اجازت حدیث حاصل کی ہے۔ چونکہ آپ کی سند اونچی تھی اس لیے آپ کی خدمت میں دور دور سے شائقین علم حدیث آتے تھے۔ اور تلمذ کا فخر حاصل کرتے تھے۔

(۲)

سلطنت مغلیہ کے آخر دور خصوصاً عہد بہادر شاہ ظفر میں ہندوستان کے اندر ایسٹ انڈیا کمپنی اور اس کے ارباب حل وعقد کے نظریات سیاست کا غلبہ ہوچکا تھا انگریز ہندوستان کے باشندوں کو رنگ وروپ کے لحاظ سے ہندستانی اور دماغ وخیالات کے اعتبار سے یورپین بنانا چاہتے تھے۔ اس بات کو ہندوستان کے مختلف مذاہب کے افراد نے عموماً اور مسلمانوں نے خصوصاً محسوس کیا۔ بالآخر ۱۸۵۷ء میں تقریباً پورے ہندوستان کے اندر آزادی حاصل کرنے کی تحریک بڑے پیمانے پر شروع ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کا نمایاں حصہ تھا۔ اور وہ انگریزوں کے مقابلے میں استخلاص وطن ہی کے خواہاں نہ تھے بلکہ مذہب اسلام کے تحفظ کے لیے بھی میدان میں آئے تھے۔ یہ تحریک پورے جوش وخروش کے ساتھ چل کر بالآخر ناکام ہوئی انگریز پوری قوت کے ساتھ جذبۂ انتقام کے تقاضوں کو پورا کرنے لگا۔ اور اس کے انتقام کا رخ براہ راست مسلمانوں کی طرف زیادہ تھا۔ بڑے بڑے علماء کو اس نے پھانسی پر لٹکایا، کالے پانی بھجوایا اور ان کے مکانات تک کھدوا کر پھینک دیئے۔ جو علماء اور مشائخ انگریز کے پنجۂ انتقام سے بچ گئے تھے۔ ان میں سے کچھ نے ہجرت کی راہ اختیار

کر لی تھی۔ چنانچہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی جنھوں نے آگرے میں پادری فنڈر کو شکست دی تھی ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے فرو ہونے پر مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے تھے اور وہاں پر انھوں نے مدرسہ صولتیہ قایم کر لیا تھا۔ اس وقت شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے بھی مکہ معظمہ کو ہجرت کی۔ حافظ ضامن شہید اور بہت سے جانباز ان حریت میدان شاملی میں شہید ہو گئے تھے۔

بعد ان شاملی میں انگریزوں کی فوج سے نبرد آزما ہونے والوں میں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی بھی تھے۔ اول الذکر نے مصلحتہً یہ طے کیا کہ اپنے آپ کو انگریز کے انتقام سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے اور وہ روپوش ہو گئے۔ بالآخر ملکہ وکٹوریہ کے اعلان معافی کے بعد وہ اپنے دینی و ملی، تعلیمی و تبلیغی کام میں مصروف ہو گئے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی گرفتار کر لیے گئے۔ اور چھ ماہ تک مظفر نگر جیل میں رہے۔ جیل سے چھوٹ کر انھوں نے اپنے وطن گنگوہ کے اندر مدرسہ و خانقاہ سے اپنا تعلق رکھا اور پوری عمر اسی میں گذار دی۔

۱۸۵۷ء کے بعد بھی عیسائی مشنریوں نے اپنا کام تیزی سے جاری رکھا اور ان مشنریوں کا سب سے بڑا حریف مذہب اسلام تھا۔ اس لیے سلسلہ ولی اللّٰہی کے اس وقت کے نمائندوں نے بڑی جدو جہد اور محنت و جانفشانی سے تعلیمی ادارے قائم کیے اور اپنی تحریروں تقریروں، تصنیفات و تالیفات اور مناظروں و مباحثوں کے ذریعہ اپنے مذہبی امتیاز و انفرادیت کو برقرار رکھنے کی عظیم کوشش کی۔

ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے تقریباً دس سال بعد دیوبند اور سہارنپور میں دو عظیم تعلیمی درس گاہوں کی بنیاد رکھی گئی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی اس وقت میرٹھ کے مطبع میں تصحیح کا کام کرتے تھے۔ اور طلبہ کو دینی علوم، تفسیر و حدیث وغیرہ کا درس بھی دیتے تھے۔ وہ مدرسہ دیوبند کے خصوصی ممبر اور رکن اعظم بھی تھے۔ سہارنپور میں مولانا سعادت علی

نے جو حضرت سید احمد شہیدؒ کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ مدرسہ مظاہر علوم میں قرآن وحدیث کا سلسلۂ درس قایم کیا۔ اس مدرسہ میں مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے اپنے اپنے وقت میں درس حدیث دیا۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا جو اس وقت بفضل الٰہی حیات ہیں حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کے خلیفہ اور شاگرد رشید ہیں۔ بذل المجہود، شرح ابی داؤد مولانا خلیل احمد محدث کی معرکۃ الآراء شرح ہے جس کی تسوید وترتیب میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا بھی شریک رہے تھے۔ مؤخر الذکر نے اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک کئی جلدوں میں لکھ کر عالم اسلامی میں شہرت دوام حاصل کی ہے۔

آگے چل کر دیوبند کا مدرسہ دار العلوم کی شکل میں نمودار ہوا۔ ہم دار العلوم کی برطانوی عہد میں درس حدیث کی سرگرمیوں کا ذکر کرنے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ ان چند شخصیتوں کا اجمالی تذکرہ کریں جنھوں نے ۱۸۵۷ء کے بعد فن حدیث کی ترویج واشاعت اور تعلیم حدیث کی گرم رفتاری میں نمایاں حصہ لیا۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے خانقاہ قدوسیہ (گنگوہ) میں رہ کر درس حدیث کا ایک مکمل نظام قائم کیا اور عرصے تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ملک کے گوشے گوشے سے بڑے بڑے باکمال اور ذی استعداد طلبہ کھنچ کھنچ کر گنگوہ کی خانقاہ میں آتے رہے اور حدیث کا درس لیتے رہے۔ اس کے ساتھ ہی تزکیۂ نفس کا بھی انتظام تھا۔ آپ کی تقاریر حدیث قلمبند ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔

مولانا عالم علی محدث نگینوی ثم مرادآبادی نے مرادآباد میں اور ان کے شاگرد مولانا حسن شاہ محدث نے رامپور میں علم حدیث کے درس کا سلسلہ جاری رکھا۔ مولانا حسن شاہ کے بعد ان کے صاحبزادے مولانا محمد شاہ محدث رامپوری نے مدرسہ عالیہ رامپور میں کچھ عرصہ اور زیادہ تر اپنے مکان اور مسجد میں درس حدیث دیا۔ ہندستان کے دور

دراز علاقوں سے طالبان علم حدیث ان کے درس میں شریک ہونے آتے تھے۔ مولانا محمد شاہ محدث کے شاگرد مولانا محمد منور علی رامپوری نے ڈھاکہ میں درس حدیث کا نظام قائم کیا۔

لکھنؤ میں حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلی نے درس وتدریس اور تحریر وتصنیف کے ذریعہ سے علمِ حدیث کو اور فن رجال حدیث کو بہت ترقی دی۔ علامہ ظہیر احسن شوق نیموی حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کے ایک ایسے باکمال شاگرد ہیں جنھوں نے علم حدیث میں درجہ کمال حاصل کیا تھا۔ اور جن کی قابلیت کا شہرہ عالم اسلام تک پہنچا ہے۔

مدرسہ اسلامیہ عربیہ امروہہ میں مولانا نانوتوی کے شاگرد رشید حضرت مولانا احمد حسن محدث امروہی نے ۲۵۔ ۲۶ سال مسلسل تمام علوم دینیہ کا بالعموم اور علم حدیث کا بالخصوص درس دیا۔ اپنے وطن میں درس دینے سے پہلے وہ خورجہ، سنبھل، دہلی اور مرادآباد میں بھی مدرس رہے تھے۔ آپ کے شاگرد رشید مولانا حافظ عبدالرحمٰن مفسر صدیقی امروہی نے بھی آپ کے بعد تقریباً تیس سال تک اپنے استاد کے مدرسہ میں تفسیر وحدیث کے اسباق پڑھائے اور اطراف واکناف ہند بلکہ بیرون ہند کے طلبہ بھی اسی طرح جوق درجوق اور قطار اندر قطار آتے رہے جس طرح ان کے استاد مکرم کے زمانے میں آتے تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن مفسر امروہی نے چند سال مدرسہ ڈابھیل (ضلع سورت) میں بھی درس حدیث دیا تھا۔

دہلی میں یہاں نذیر حسین محدث دہلوی نے جن کی عمر خاصی طویل ہوئی، شاہ محمد اسحق دہلوی کے اجازت یافتہ شاگرد ہونے کی حیثیت سے بہت شہرت حاصل کی اور درس حدیث کا سلسلہ دیر تک قائم رکھا۔ مولانا عبدالعلی قاسمی جو حضرت نانوتوی کے شاگرد تھے۔ اور مولانا محمد شفیع دیوبندی اور مولانا محبوب الٰہی دیوبندی نے جو حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے۔ مدرسہ عبدالرب دہلی میں دیگر علوم دینیہ کے ساتھ

ساتھ حدیث کا درس بھی مدتوں دیا ہے۔

مدرسہ امینیہ دہلی میں حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی نے جمعیۃ العلماء کی سرگرمیوں اور آزادی وطن کی پیہم کوششوں کے ساتھ ساتھ درس و افتا کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ وہ شیخ الہند مولانا محمود حسن کے خاص شاگردوں میں سے تھے ان کے درس حدیث سے بہت سے علماء نے بھی فائدہ اٹھایا۔

بھوپال میں نواب صدیق حسن خاں نے فن حدیث میں بہت سی کتابیں لکھیں نیز مولانا عبد القیوم بوڑھانوی ابن مولانا عبد الحی بوڑھانوی نے بھی بھوپال کے علمی ماحول میں درسِ حدیث کا افادہ عام کیا۔ ان سے بہتوں کو اجازت حدیث حاصل ہوئی۔

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی اور مولانا شاہ حلیم عطا سلونی نے درس حدیث کے ذریعے اشاعت فن حدیث کا کام انجام دیا۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے کتاب سیرۃ النبی کی تکمیل کرکے اردو داں طبقے کو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باحسن وجوہ روشناس کرایا۔

پانی پت میں قاری عبد الرحمٰن محدث پانی پتی آخر دم تک درس حدیث میں مشغول رہے اسی طرح ملک کے ہر صوبے اور ہر بڑے شہر میں انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے درس حدیث کا سلسلہ برطانوی استعمار کے عہد میں بھی جاری رہا اور متعدد شاندار اور معرکۃ الآرا کتابیں فن حدیث میں شائع ہوئیں۔ دکن میں مولانا عبد اللہ نقشبندی اور مولانا مناظر احسن گیلانی تحریر و تقریر کے ذریعہ علم حدیث کی خدمت انجام دیتے رہے۔

اب ہم تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ دار العلوم دیوبند کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس عظیم درس گاہ کے سب سے پہلے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتوی تھے جو مولانا مملوک العلی صدیقی نانوتوی استاد علمائے دہلی کے صاحبزادے تھے۔ انھوں نے تفسیر و فقہ کے ساتھ حدیث کا درس بھی بڑی محنت اور جانفشانی سے دیا۔ اور مولانا اشرف علی تھانوی جیسے

باکمال شاگردان کے حلقۂ درس سے نکلے۔

مولانا محمد یعقوب کے بعد شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی مسند صدارت پر فائز ہوئے اور مدتوں دار العلوم دیوبند کی بزم حدیث آپ کے انفاس قدسیہ اور آپ کی پر مغز تقاریر سے شاد کام رہی۔ تا آنکہ حصول آزادی کی جدوجہد کے نتیجے میں آپ فرنگی جور و استبداد کا نشانہ بنے اور جزیرۂ مالٹا میں اسیر ہوئے۔ لیکن وہاں بھی قرآن و حدیث کے درس کا کام جاری رکھا۔ وہاں سے رہا ہو کر ہندوستان آئے۔ مالٹا کی اسارت سے پہلے مکہ معظمہ میں آپکا کچھ عرصہ تک قیام رہا اور وہاں بھی آپ نے بخاری کا درس دیا۔

شیخ الہند کا یہ آخری سفر حج ریشمی خطوط کی تحریک کے سلسلے میں تھا۔ مولانا عبید اللہ سندھی بھی اس تحریک میں خاص مشیر تھے اور حضرت شیخ الہند کے دست راست تھے۔ انگریز کو ہندوستان سے بے دخل کرنے کے لیے شیخ الہند اور ان کے رفقا نے جو پروگرام بنایا تھا اس کی رُو سے مولانا سندھی کو افغانستان میں کام کرنا تھا لیکن ریشمی خطوط کا راز فاش ہونے پر شیخ الہند مالٹا میں قید کر دیئے گئے۔ اور مولانا عبید اللہ سندھی طویل عرصے تک جلا وطنی کے عالم میں ہندوستان کے باہر رہے۔ مکہ معظمہ میں بھی آپ نے سکونت اختیار کی تھی۔ اور وہاں درس قرآن و حدیث کا شغل جاری رکھا تھا۔ کتب و علوم ولی اللّٰہی سے ان کو خاص مناسبت تھی۔ حجۃ اللہ البالغہ مولفہ شاہ ولی اللہ دہلوی جو اسرار حدیث میں بے نظیر کتاب ہے مولانا سندھی نے اس کو خاص طور پر اپنا شغل راہ بنایا تھا ہندستان سے باہر وہ زیادہ تر اسی کتاب کے درس و مذاکرہ میں مشغول رہے۔

حضرت شیخ الہند کی وفات کے بعد مولانا انور شاہ محدث کشمیری نے صدارت دار العلوم کا عہدہ سنبھالا اور بیت کامیابی کے ساتھ حدیث کا درس دیا۔ انھوں نے متعدد کتابیں بھی تصنیف کیں۔ ان کے درس بخاری کو بعض باکمال شاگردوں نے لکھ لیا تھا اور عربی زبان میں منتقل کر کے اسے فیض الباری کے نام سے چھپوا دیا ہے۔ کچھ عرصہ تک آپ نے اور مولانا شبیر احمد عثمانی

نے ڈابھیل ضلع سورت میں بھی حدیث کا درس دیا اور دور دور سے طلبار علم حدیث وہاں پہنچ کر حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے حدیث کی مشہور کتاب مسلم کی شرح بھی لکھی تھی جس کا نام فتح الملہم ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ محدث کشمیریؒ کے ڈابھیل چلے جانے کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی (جانشین شیخ الہند مولانا محمود حسن) دار العلوم کی مسند صدارت پر بصد وقار و تمکنت رونق افروز ہوئے۔ آپ کے زمانے میں دورۂ حدیث کے طلبہ کی تعداد پچھلے دور کے مقابلے میں بہت بڑھ گئی تھی آپ نے مسجد نبوی مدینہ منورہ میں بھی برسوں تک درس حدیث دیا تھا۔ اور دار العلوم میں بھی آپ کا درس کی مدت خاصی طویل رہی تقریباً تیس سال تک دار العلوم کے بام و در آپ کی شاندار اور پُرشکوہ تقاریر حدیث سے گونجتے رہے۔ آپ کی تقریر حدیث کو ہر سال بہت سے ذی استعداد طلبہ اردو میں قلمبند کر لیا کرتے تھے۔ اور مولانا علی احمد خیلی چاٹگامی نے ہدیہ المجتنی کے نام سے اسے عربی زبان میں منتقل کیا ہے جس کا کچھ حصہ شائع بھی ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے شاگردوں کی تعداد ہندوستان میں اور بیرون ہند میں بھی ہزاروں سے متجاوز ہے۔ آپ کے وصال کے بعد مولانا سید فخر الدین محدث نے جو حضرت شیخ الہند کے شاگرد رشید تھے اس اہم کام کو انجام دیا۔ وہ دار العلوم دیوبند سے پہلے مرادآباد کے مدرسہ شاہی میں شیخ الحدیث تھے۔ دار العلوم میں آپ کے زمانے میں طلبہ کی آمد ملک کے ہر گوشے سے غالباً پہلے کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی رہی کم نہیں ہوئی۔ آپ کی ذہانت و ذکاوت اور فصاحت و بلاغت مسلّم تھی اور حدیث کی شرح و تفسیر اپنی دلنشین تقریر میں اس انداز سے کرتے تھے کہ تمام شرکائے حلقہ درس کو اطمینان حاصل ہو جاتا تھا۔ آپ کی تقاریر کو بھی قلمبند کر لیا گیا تھا اور اس کی چند جلدیں ایضاح البخاری کے نام سے شائع ہو چکی ہیں۔ (بشکریہ آل انڈیا ریڈیو: نئی دہلی)